ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0215

Program:

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Allama Iqbal Open University, Islamabad

کورس :علم التعلیم(215)

Course: Ilm-ul-Taleem (0215)

سطح / پروگرام :میٹرک

شعبہ :ارلی چائلڈ ہڈ ایجوکیشن اینڈ ایلیمنٹری ایجوکیشن

سمسٹر :خزاں(Autumn 2026) 2026

امتحانی مشق نمبر) 2 یونٹ 4 ·تا6

کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر40 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference

نوٹ :یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعے اور رہنمائی کے لیے ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ مشق اپنے الفاظ میں، اپنے تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں لکھیں؛ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔ دینی نکات جہاں آئے ہیں وہاں قرآن و سنت کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، کسی آیت یا حدیث کا لفظ بہ لفظ متن نقل نہیں کیا گیا، اور عملی فقہی مسائل میں مستند علما سے رجوع کی ہدایت دی گئی ہے۔

سوال نمبر1

سوال نمبر :1 غیر رسمی تعلیم کے دائرہ کار پر روشنی ڈالیں۔ وضاحت کریں کہ یہ تعلیم زندگی بھر سیکھنے میں کیسے مددگار ثابت ہوتی ہے؟ (20)

تعارف

غیر رسمی تعلیم سے مراد وہ منظم تعلیمی سرگرمیاں ہیں جو باقاعدہ اسکول نظام کے باہر انجام دی جاتی ہیں مگر جن کا کوئی نہ کوئی مقصد، منصوبہ اور ترتیب ضرور ہوتی ہے۔ یہ تعلیم رسمی نظام کی سختیوں سے آزاد ہوتی ہے؛ اس میں نہ عمر کی سخت قید ہوتی ہے، نہ داخلے کی لمبی شرائط اور نہ ہی ہمیشہ ڈگری کا مقصد۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں لاکھوں بچے اور بڑے رسمی نظام سے باہر رہ جاتے ہیں، غیر رسمی تعلیم ان تک علم اور ہنر پہنچانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اس جواب میں غیر رسمی تعلیم کے دائرہ کار کے مختلف شعبے بیان کیے جائیں گے اور یہ واضح کیا جائے گا کہ یہ تعلیم انسان کو زندگی بھر سیکھنے والا کیسے بناتی ہے۔

دائرہ کار :خواندگی اور بنیادی تعلیم

غیر رسمی تعلیم کا سب سے بڑا شعبہ بالغان کی خواندگی اور ان بچوں کی بنیادی تعلیم ہے جو اسکول نہیں جا سکے یا درمیان میں چھوڑ گئے۔ شام کے اوقات میں چلنے والے خواندگی مراکز، غیر رسمی بنیادی تعلیم کے اسکول اور کمیونٹی کلاسز اسی دائرے میں آتی ہیں۔ یہ پروگرام ان آبادیوں کے لیے ہیں جہاں مزدور بچے دن کو کام کرتے ہیں اور خواتین گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے باقاعدہ اسکول نہیں جا سکتیں۔ ان مراکز میں پڑھنے لکھنے اور حساب کی بنیادی مہارتیں مختصر مدت میں سکھائی جاتی ہیں تاکہ سیکھنے والا روزمرہ زندگی میں اپنا حساب کتاب، دستخط اور بنیادی مطالعہ خود کر سکے۔ یہ تعلیم رسمی نظام کا بدل نہیں بلکہ اس کا سہارا ہے؛ بہت سے بچے یہیں سے بنیادی تعلیم حاصل کر کے باقاعدہ اسکول میں داخل ہو جاتے ہیں۔

دائرہ کار :فنی و پیشہ ورانہ تربیت اور فاصلاتی تعلیم

غیر رسمی تعلیم کا دوسرا بڑا شعبہ فنی اور پیشہ ورانہ تربیت ہے۔ سلائی کڑھائی، بجلی کا کام، موٹر مکینک، کمپیوٹر کے مختصر کورسز، زرعی تربیت اور دست کاری کے پروگرام اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ان کا مقصد ڈگری نہیں بلکہ روزگار کے قابل ہنر ہے۔ تیسرا شعبہ فاصلاتی اور اوپن تعلیم ہے، جس کی سب سے بڑی مثال خود علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ہے؛ گھر بیٹھے ملازمت یا کاروبار کے ساتھ پڑھنے والے لاکھوں طلبہ اسی نظام سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ چوتھا شعبہ صحت، زراعت اور سماجی آگاہی کی تعلیم ہے، جیسے ماں بچے کی صحت کی تربیت، کسانوں کو نئی تکنیک سکھانا اور شہری ذمہ داریوں کی آگاہی مہمات۔ پانچواں شعبہ مذہبی و اخلاقی تعلیم کے مراکز اور عوامی لائبریریاں بھی ہیں جو غیر رسمی طور پر علم پھیلاتی ہیں۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

زندگی بھر سیکھنے میں مدد :لچک اور رسائی

غیر رسمی تعلیم زندگی بھر سیکھنے میں سب سے پہلے اپنی لچک کی وجہ سے مددگار ہوتی ہے۔ رسمی تعلیم عمر کے ایک خاص حصے تک محدود ہوتی ہے؛ جو شخص اٹھارہ یا پچیس سال کے بعد پڑھنا شروع کرنا چاہے اس کے لیے باقاعدہ اسکول کا دروازہ عملی طور پر بند ہو جاتا ہے، مگر غیر رسمی تعلیم ہر عمر کے انسان کو خوش آمدید کہتی ہے۔ ایک چالیس سالہ خاتون خواندگی مرکز سے پڑھنا سیکھ سکتی ہے، ایک مزدور شام کے کورس سے ہنر حاصل کر سکتا ہے اور ایک ریٹائرڈ شخص لائبریری اور مطالعے سے اپنی علمی زندگی جاری رکھ سکتا ہے۔ وقت اور جگہ کی لچک، کم خرچ اور داخلے کی آسان شرائط اسے عام آدمی کی دسترس میں لے آتی ہیں۔ یہی لچک زندگی بھر سیکھنے کے تصور کی بنیاد ہے۔

زندگی بھر سیکھنے میں مدد :ضرورت کے مطابق سیکھنا

غیر رسمی تعلیم کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ انسان کی فوری اور بدلتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق ہوتی ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں انسان کو نئی چیزیں سیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے؛ شادی کے بعد گھرداری، والدین بننے کے بعد بچوں کی تربیت، نئی ملازمت پر نئی مہارت اور بڑھاپے میں صحت کی آگاہی اس کی مثالیں ہیں۔ رسمی نصاب یہ سب نہیں سکھا سکتا، مگر غیر رسمی پروگرام بالکل اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔ آج کے دور میں ٹیکنالوجی تیزی سے بدل رہی ہے؛ جو ہنر کل مفید تھا آج پرانا ہو سکتا ہے۔ غیر رسمی مختصر کورسز اور آن لائن تربیت انسان کو بار بار اپنے ہنر کو تازہ کرنے کا موقع دیتی ہے۔ اس طرح سیکھنا زندگی کا ایک مرحلہ نہیں رہتا بلکہ زندگی کا مستقل ساتھی بن جاتا ہے۔

مثالیں

مثالوں سے بات واضح ہوتی ہے۔ ایک ان پڑھ ماں جب خواندگی مرکز سے پڑھنا سیکھ لیتی ہے تو وہ بچے کے اسکول کا نوٹس خود پڑھ سکتی ہے، دوا کی پرچی سمجھ سکتی ہے اور اپنے بچوں کی تعلیم کی نگرانی کر سکتی ہے؛ اس کی یہ سیکھ پوری نسل کو متاثر کرتی ہے۔ ایک نوجوان جو اسکول چھوڑ چکا تھا، فنی کورس سے موبائل مرمت سیکھ کر باعزت روزگار کما لیتا ہے اور بعد میں مزید کورسز کر کے اپنا کام وسیع کرتا ہے۔ ایک استاد ملازمت کے ساتھ فاصلاتی نظام سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ترقی پاتا ہے۔ یہ تمام مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ غیر رسمی تعلیم صرف

متبادل انتظام نہیں بلکہ ان لاکھوں انسانوں کے لیے امید کا دروازہ ہے جن کے لیے رسمی نظام کے دروازے بند یا ناکافی تھے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ غیر رسمی تعلیم کا دائرہ کار خواندگی، بنیادی تعلیم، فنی تربیت، فاصلاتی تعلیم، صحت و زراعت کی آگاہی اور مذہبی و سماجی تربیت تک پھیلا ہوا ہے۔ اپنی لچک، کم لاگت اور ضرورت کے مطابق ہونے کی وجہ سے یہ زندگی بھر سیکھنے کے تصور کو عملی شکل دیتی ہے۔ ہر معاشرہ اپنے ہر فرد کو ہر عمر میں سیکھنے کا موقع دیتا ہے وہی ترقی کی دوڑ میں آگے نکلتا ہے۔ حکومت، سماجی تنظیموں اور تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ غیر رسمی تعلیم کو رسمی نظام کا حریف نہیں بلکہ مکمل کرنے والا سمجھیں اور اس کے معیار و استناد کا بھی مناسب بندوبست کریں تاکہ اس سے حاصل کردہ علم و ہنر کو معاشرے میں باقاعدہ پذیرائی ملے۔

سوال نمبر2

سوال نمبر 2: ابلاغی ذرائع) میڈیا (اور تعلیم کا باہمی تعلق بیان کریں۔ بچوں پر میڈیا کے تعلیمی اثرات کا تنقیدی جائزہ لیں۔(20)

تعارف

موجودہ دور کو ابلاغ کا دور کہا جاتا ہے۔ ٹیلی وژن، ریڈیو، موبائل فون، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے اور تعلیم بھی اس سے مبرا نہیں۔ آج بچہ کتاب کے علاوہ اسکرین سے بھی سیکھتا ہے، بلکہ اکثر ننھے بچے بولنا سیکھنے سے پہلے موبائل چلانا سیکھ جاتے ہیں۔ میڈیا اور تعلیم کا تعلق دو طرفہ ہے؛ میڈیا تعلیم کا ذریعہ بھی ہے اور تعلیم میڈیا کے درست استعمال کی رہنمائی بھی کرتی ہے۔ اس جواب میں پہلے اس باہمی تعلق کی وضاحت کی جائے گی اور پھر بچوں پر میڈیا کے مثبت و منفی تعلیمی اثرات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا تاکہ والدین اور اساتذہ کے لیے عملی رہنمائی سامنے آ سکے۔

میڈیا بطور تعلیمی ذریعہ

میڈیا کا تعلیم سے پہلا تعلق یہ ہے کہ یہ علم پھیلانے کا تیز ترین اور وسیع ترین ذریعہ ہے۔ تعلیمی ٹیلی وژن پروگرام، دستاویزی فلمیں، تعلیمی ویڈیوز اور آن لائن لیکچرز نے علم کو اسکول کی چار دیواری سے نکال کر ہر گھر تک پہنچا

دیا ہے۔ دور دراز کے علاقے کا طالب علم اب بہترین اساتذہ کے لیکچر سن سکتا ہے، سائنسی تجربات اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور دنیا کے عجائبات سے براہ راست واقف ہو سکتا ہے۔ فاصلاتی تعلیم کا پورا نظام میڈیا ہی پر قائم ہے؛ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جیسے ادارے کتاب، ریڈیو، ٹیلی وژن اور انٹرنیٹ کے ذریعے لاکھوں طلبہ تک پہنچتے ہیں۔ کرونا کے دور میں آن لائن کلاسز نے ثابت کر دیا کہ میڈیا کے بغیر جدید تعلیم کا تصور نامکمل ہے۔

تعلیم اور میڈیا کا باہمی انحصار

دوسری طرف تعلیم بھی میڈیا کے لیے ناگزیر ہے۔ میڈیا وہی مواد اچھے طریقے سے پیش کر سکتا ہے جو تعلیم یافتہ افراد تیار کریں؛ اچھے صحافی، لکھاری اور پروگرام ساز تعلیمی نظام ہی کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ میڈیا کی خواندگی، یعنی میڈیا کے مواد کو سمجھنے، پرکھنے اور اس کے درست استعمال کی صلاحیت، خود بھی تعلیم ہی سے آتی ہے۔ ایک باشعور طالب علم جانتا ہے کہ ہر خبر سچ نہیں ہوتی، ہر اشتہار قابلِ اعتماد نہیں ہوتا اور اسکرین پر نظر آنے والی ہر چیز حقیقت نہیں ہوتی۔ تعلیم انسان کو میڈیا کا اندھا صارف بننے کے بجائے باخبر اور تنقیدی صارف بناتی ہے۔ یوں دونوں ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں؛ اچھا میڈیا تعلیم کو عام کرتا ہے اور اچھی تعلیم میڈیا کے معیار کو بلند کرتی ہے۔

بچوں پر مثبت اثرات

بچوں پر میڈیا کے مثبت اثرات نمایاں ہیں۔ تعلیمی کارٹون اور پروگرام بچوں کو حروف، گنتی، رنگ اور بنیادی تصورات کھیل کھیل میں سکھا دیتے ہیں۔ دستاویزی پروگرام بچوں کے عمومی علم میں اضافہ کرتے ہیں؛ جانوروں، سمندر اور خلائی دنیا پر بنے پروگرام بچے کے تجسس کو بڑھاتے ہیں اور اسے کتاب کی طرف مائل کرتے ہیں۔ مناسب ویڈیوز سے بچے کی زبان، تلفظ اور الفاظ کے ذخیرے میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ دوسری زبانوں سے واقف ہوتا ہے۔ تخلیقی مواد دیکھ کر بچے میں بنانے، لکھنے اور پیش کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ کووڈ کے دور میں تعلیمی ایپس نے پڑھائی کا تسلسل برقرار رکھا۔ تحقیق یہ بھی بتاتی ہے کہ والدین کے ساتھ بیٹھ کر دیکھا گیا معیاری مواد بچے کی ذہنی نشوونما کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے، بشرطیکہ وقت محدود اور مواد منتخب ہو۔

بچوں پر منفی اثرات — تنقیدی جائزہ

تنقیدی جائزہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب منفی اثرات کا بھی جائزہ لیا جائے۔ سب سے بڑا نقصان وقت کی بربادی اور مطالعے سے دوری ہے؛ گھنٹوں اسکرین پر گزارنے والا بچہ کتاب، کھیل اور نیند سے محروم ہو جاتا ہے جس سے اس کی صحت، آنکھیں اور تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ دوسرا نقصان نامناسب مواد ہے؛ تشدد، جارحانہ رویے اور غیر اخلاقی مناظر بچے کے ذہن پر برا اثر ڈالتے ہیں اور وہ ویسی ہی نقل کرنے لگتا ہے۔ تیسرا نقصان اشتہارات کا ہے جو بچے میں غیر ضروری خواہشات اور والدین سے فرمائشوں کا رجحان پیدا کرتے ہیں۔ چوتھا اہم نکتہ یہ ہے کہ میڈیا اکثر یک طرفہ معلومات دیتا ہے؛ بچہ سوال نہیں کر سکتا، اس لیے اس کی تنقیدی سوچ پروان نہیں چڑھتی۔ پانچویں نقصان یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر موازنہ اور دکھاوا بچے میں احساسِ کمتری اور ذہنی دباؤ پیدا کر سکتا ہے۔ یہ اثرات اس وقت شدید ہو جاتے ہیں جب والدین کی نگرانی موجود نہ ہو۔

والدین اور اساتذہ کی ذمہ داریاں

حل میڈیا کو ختم کرنے میں نہیں، اس کے درست استعمال میں ہے، کیونکہ میڈیا اب زندگی کا مستقل حصہ ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کے اسکرین وقت کی واضح حد مقرر کریں، عمر کے مطابق مواد منتخب کریں اور ممکن ہو تو بچے کے ساتھ بیٹھ کر دیکھیں اور اس پر بات کریں۔ اساتذہ میڈیا کو اپنا حریف سمجھنے کے بجائے تدریسی ذریعہ بنائیں؛ اچھی تعلیمی ویڈیو سبق کا حصہ بنائی جائے اور بچوں کو یہ سکھایا جائے کہ خبر کی تصدیق کیسے کی جاتی ہے اور جعلی معلومات کی پہچان کیا ہے۔ اسکول میں میڈیا خواندگی کو نصاب کا حصہ بنانا وقت کی ضرورت ہے۔ حکومت اور متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کے پروگراموں کے معیار اور اشتہارات کے ضوابط پر نظر رکھیں۔ جب گھر، اسکول اور ادارے مل کر کردار ادا کریں تو میڈیا بچے کے لیے خطرہ نہیں بلکہ استاد بن سکتا ہے۔

نتیجہ

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ میڈیا اور تعلیم کا تعلق گہرا اور دو طرفہ ہے؛ میڈیا تعلیم کو عام، تیز اور دلچسپ بناتا ہے جبکہ تعلیم میڈیا کو درست سمت اور معیار عطا کرتی ہے۔ بچوں پر اس کے اثرات مثبت بھی ہیں اور منفی بھی؛ نتیجہ اس بات پر منحصر ہے کہ بچہ کیا دیکھتا ہے، کتنی دیر دیکھتا ہے اور کس کی نگرانی میں دیکھتا ہے۔ دانش مند والدین اور اساتذہ میڈیا سے خوف زدہ ہونے کے بجائے اسے سمجھداری سے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ مستقبل کا شہری اسی میڈیا کے ماحول میں جینے والا ہے۔ مقصد بچے کو میڈیا سے کاٹنا نہیں بلکہ اسے میڈیا کا باشعور، تنقیدی اور محفوظ صارف بنانا ہے۔

سوال نمبر3

سوال نمبر 3: معاشرتی نظام سے کیا مراد ہے؟ تعلیم معاشرتی نظام کو مستحکم بنانے میں کس طرح مدد دیتی ہے؟ (20)

تعارف

انسان اکیلا زندگی نہیں گزار سکتا؛ وہ خاندان، محلے، قبیلے اور ریاست جیسے اداروں کے جال میں رہتا ہے۔ ان اداروں، رسم و رواج، اقدار اور قواعد کے مجموعے کو معاشرتی نظام کہا جاتا ہے۔ یہ نظام جتنا مضبوط اور منظم ہو گا معاشرہ اتنا ہی پرامن اور ترقی یافتہ ہو گا، اور جہاں یہ نظام کمزور پڑ جائے وہاں انتشار، جرائم اور بے چینی جنم لیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نظام کو مستحکم رکھنے میں تعلیم کا کیا کردار ہے۔ اس جواب میں پہلے معاشرتی نظام کا مفہوم واضح کیا جائے گا اور پھر تفصیل سے بتایا جائے گا کہ تعلیم اقدار کی منتقلی، قانون کی پاسداری، اچھے شہریوں کی تیاری اور سماجی ہم آہنگی کے ذریعے اس نظام کو کس طرح استحکام بخشتی ہے۔

معاشرتی نظام کا مفہوم

معاشرتی نظام سے مراد معاشرے کے مختلف اداروں اور ان کے باہمی تعلقات کا وہ منظم بندوبست ہے جس سے اجتماعی زندگی چلتی ہے۔ اس نظام کے بنیادی ستون خاندان، تعلیمی ادارے، مذہب، معیشت، حکومت اور قانون ہیں۔ ہر ادارے کے کچھ فرائض اور ہر فرد کے کچھ حقوق و ذمہ داریاں مقرر ہوتی ہیں۔ اس نظام کو چلانے کے لیے تحریری قوانین کے ساتھ ساتھ غیر تحریری اصول بھی ہوتے ہیں، جیسے رسم و رواج، اخلاقی اقدار اور سماجی توقعات۔ بچہ انہی اصولوں کو سیکھ کر معاشرے کا فعال فرد بنتا ہے، اسی عمل کو سماج کاری کہا جاتا ہے۔ اگر یہ نظام متوازن ہو تو فرد اور معاشرے دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے؛ فرد کو تحفظ اور سہولت ملتی ہے اور معاشرے کو تعاون اور امن ملتا ہے۔

تعلیم اور اقدار کی منتقلی

تعلیم معاشرتی نظام کو مستحکم کرنے کا پہلا کام اقدار کی منتقلی سے کرتی ہے۔ ہر معاشرے کی کچھ بنیادی اقدار ہوتی ہیں جیسے سچائی، انصاف، احترام، قانون کی قدر اور دوسروں کے حقوق کا خیال۔ یہ اقدار خود بہ خود اگلی نسل تک نہیں پہنچتیں؛ اسکول اپنے نصاب، استاد کے کردار اور ماحول کے ذریعے انہیں باقاعدہ منتقل کرتا ہے۔ جب تمام بچے ایک مشترک نصاب سے گزرتے ہیں تو ان میں مشترک شہری شعور پیدا ہوتا ہے جو معاشرے کو جوڑے رکھتا ہے۔

تاریخ، شہریت اور اسلامیات جیسے مضامین بچے کو اپنے ماضی، آئین اور سماجی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ اقدار کی اس منتقلی کے بغیر ہر نسل الگ سمت میں چل پڑے گی اور نظام انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

قانون کی پاسداری اور اچھے شہری کی تیاری

دوسرا بڑا کردار اچھے اور قانون پسند شہریوں کی تیاری ہے۔ اسکول میں بچہ جماعت کے قواعد مانتا ہے، وقت کی پابندی کرتا ہے، قطار میں کھڑا ہوتا ہے اور اپنی باری کا انتظار کرتا ہے؛ یہ چھوٹی چھوٹی عادتیں بڑے ہو کر قانون کی پاسداری کی بنیاد بنتی ہیں۔ تعلیم یافتہ شہری اپنے حقوق بھی جانتا ہے اور فرائض بھی، اس لیے وہ ریاست کے اداروں سے تعاون کرتا ہے، ٹیکس اور اجتماعی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے اور مسائل کے حل کے لیے پرامن اور قانونی راستے اختیار کرتا ہے۔ اس کے برعکس جہالت جرائم، فراڈ اور قانون شکنی کے لیے زمین ہموار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں تعلیم کی شرح اور جرائم کی شرح کا گہرا تعلق دیکھا جاتا ہے؛ تعلیم بڑھنے سے عموماً سماجی نظم و ضبط بہتر ہوتا ہے۔

سماجی ہم آہنگی اور رواداری

تیسرا کردار سماجی ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ ہے۔ معاشرے میں مختلف زبانوں، علاقوں، مسالک اور طبقات کے لوگ رہتے ہیں؛ اگر ان میں برداشت اور باہمی احترام نہ ہو تو نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اسکول وہ جگہ ہے جہاں مختلف پس منظر کے بچے ایک ساتھ بیٹھتے ہیں، کھیلتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ استاد جب تمام بچوں سے برابر سلوک کرتا ہے اور نصاب میں تمام طبقات کی قدر بیان کی جاتی ہے تو تعصب کم ہوتا ہے۔ تعلیم انسان کو اختلاف رائے کو دشمنی کے بجائے مکالمے سے حل کرنا سکھاتی ہے۔ یہی رواداری معاشرتی نظام کی اصل طاقت ہے؛ قومیں ہتھیاروں سے زیادہ اپنے اندرونی اتحاد سے مضبوط ہوتی ہیں، اور اتحاد کی بنیاد تعلیم ہی رکھتی ہے۔

معاشی استحکام اور اداروں کی مضبوطی

چوتھا کردار معاشی ہے۔ مستحکم معاشرتی نظام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو باعزت روزگار ملے اور وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ تعلیم انسان کو مہارت دیتی ہے جس سے بے روزگاری کم ہوتی ہے اور جرائم و سماجی بے چینی میں بھی کمی آتی ہے۔ پانچواں کردار یہ ہے کہ تعلیم ہر ادارے کے لیے قابل افراد فراہم کرتی ہے؛ اچھے اساتذہ، ایمان دار افسر، ماہر ڈاکٹر اور ذمہ دار صحافی تعلیم ہی کی پیداوار ہیں۔ جب اداروں میں اہل اور دیانت دار لوگ آتے ہیں

تو ادارے مضبوط ہوتے ہیں اور عوام کا ان پر اعتماد بڑھتا ہے۔ اس اعتماد کا نام ہی نظام کا استحکام ہے۔ اس کے برعکس اگر تعلیم کمزور ہو تو ادارے بدعنوانی اور نااہلی کا شکار ہو کر نظام کو کمزور کر دیتے ہیں۔

مزید وضاحت :تعلیم بطور تبدیلی کا ذریعہ

یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ تعلیم صرف موجودہ نظام کو مستحکم ہی نہیں کرتی بلکہ اس کی خرابیوں کو دور کر کے اسے بہتر سمت بھی دیتی ہے۔ استحکام کا مطلب غلط رسموں کو جوں کا توں برقرار رکھنا نہیں؛ تعلیم یافتہ نسل بری رسموں، توہمات اور فرسودہ تعصبات پر سوال اٹھاتی ہے اور انہیں دلیل و اصلاح سے بدلتی ہے۔ مثال کے طور پر تعلیم کے پھیلاؤ سے ہی کم عمری کی شادی، جہیز کی لعنت اور صحت کے بارے میں غلط عقائد میں کمی آئی ہے۔ یوں تعلیم نظام کے لیے ایک ساتھ محافظ بھی ہے اور مصلح بھی۔ ایک اور پہلو یہ ہے کہ تعلیم شہریوں کو ریاست کے ساتھ بامقصد مکالمے کے قابل بناتی ہے؛ باشعور عوام اپنی تجاویز اور شکایات منظم طریقے سے پیش کرتے ہیں جس سے ادارے جواب دہ بنتے ہیں۔ یہی جواب دہی اور اصلاح کی گنجائش کسی بھی معاشرتی نظام کی طویل عمر کی ضمانت ہوتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ معاشرتی نظام خاندان، تعلیم، مذہب، معیشت اور قانون سمیت اداروں کا منظم جال ہے، اور تعلیم اس نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اقدار کی منتقلی، قانون پسند شہریوں کی تیاری، رواداری و ہم آہنگی، روزگار کی فراہمی اور اداروں کو اہل افراد مہیا کرنا وہ راستے ہیں جن سے تعلیم نظام کو مستحکم بناتی ہے۔ اسی لیے دنیا کے تمام مہذب معاشرے تعلیم کو سب سے بڑی سرمایہ کاری سمجھتے ہیں۔ ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ اگر ہم اپنے معاشرے کو پرامن اور مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں تو اسکولوں کو مضبوط کرنا، اساتذہ کو عزت دینا اور ہر بچے تک معیاری تعلیم پہنچانا ہو گی، کیونکہ مستحکم تعلیم ہی مستحکم معاشرے کی ضمانت ہے۔

سوال نمبر4

سوال نمبر :4 بچوں کی جسمانی نشوونما پر اثر انداز ہونے والے عوامل بیان کریں۔ ان عوامل میں اسکول کے کردار کی وضاحت کریں۔(20)

تعارف

جسمانی نشوونما سے مراد بچے کے قد، وزن، ہڈیوں، پٹھوں اور جسمانی اعضا کی بڑھوتری اور اس کے ساتھ چلنے، دوڑنے، لکھنے اور کھیلنے جیسی حرکی مہارتوں کی ترقی ہے۔ صحت مند جسم ہی صحت مند ذہن کی بنیاد ہوتا ہے؛ جو بچہ جسمانی طور پر کمزور یا بیمار رہے وہ تعلیم میں بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس نشوونما پر بہت سے عوامل اثر انداز ہوتے ہیں جن میں سے کچھ انسان کے اختیار میں نہیں ہیں جیسے وراثت، اور کچھ اختیار میں ہیں جیسے خوراک، نیند اور ماحول۔ اس جواب میں ان عوامل کی تفصیل بیان کی جائے گی اور پھر اسکول کے کردار کی وضاحت کی جائے گی، کیونکہ بچہ اپنی عمر کا بڑا حصہ اسکول میں گزارتا ہے۔

عامل اول: وراثت اور صحت

پہلا عامل وراثت ہے۔ بچے کا قد، جسمانی بناوٹ اور بعض صحت کے رجحانات اسے والدین سے ملتے ہیں؛ لمبے والدین کے بچے عموماً لمبے ہوتے ہیں۔ وراثت کو بدلا نہیں جا سکتا مگر اس کے اثرات کو اچھی خوراک اور ماحول سے بہتر سمت دی جا سکتی ہے۔ دوسرا عامل پیدائش سے پہلے اور بعد کی صحت ہے۔ ماں کی اچھی صحت اور مناسب خوراک بچے کی بنیاد مضبوط کرتی ہے۔ بچپن کی بیماریاں، بار بار کا بخار، پیٹ کے کیڑے اور حادثات نشوونما کو روک دیتے ہیں۔ حفاظتی ٹیکوں کا مکمل کورس اور بروقت علاج بچے کی بڑھوتری کو محفوظ رکھتا ہے۔ اسی لیے پرائمری عمر سے پہلے کے سال جسمانی بنیاد کے لیے سب سے اہم سمجھے جاتے ہیں اور اس دور کی محرومی کا ازالہ بعد میں مشکل ہو جاتا ہے۔

عامل دوم: خوراک، نیند اور آب و ہوا

تیسرا اور سب سے قابلِ عمل عامل خوراک ہے۔ متوازن غذاء جس میں دودھ، انڈہ، دالیں، سبزیاں، پھل اور گوشت مناسب مقدار میں ہوں، بچے کے قد و وزن اور دماغ دونوں کی نشوونما کے لیے ضروری ہے۔ پروٹین اور وٹامن کی کمی بچے کو قد میں چھوٹا، وزن میں کم اور سست بنا دیتی ہے، جبکہ ضرورت سے زیادہ میٹھی اور بازاری چیزیں موٹاپے اور دانتوں کی خرابی کا سبب بنتی ہیں۔ چوتھا عامل نیند اور آرام ہے؛ بڑھتے ہوئے بچے کو مناسب نیند چاہیے کیونکہ نشوونما کے عمل کا بڑا حصہ نیند کے دوران ہوتا ہے۔ پانچواں عامل صاف آب و ہوا، دھوپ اور کھلی فضا ہے۔ دھوپ سے حاصل ہونے والا وٹامن ڈی ہڈیوں کے لیے ضروری ہے اور آلودہ ماحول سانس کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ چھٹا عامل کھیل کود اور جسمانی سرگرمی ہے جو پٹھوں کو مضبوط کرتی اور بھوک و نیند کو بہتر بناتی ہے۔

عامل سوم :نفسیاتی و سماجی ماحول

کم معروف مگر اہم حقیقت یہ ہے کہ بچے کی جسمانی نشوونما پر نفسیاتی ماحول بھی اثر ڈالتا ہے۔ جو بچہ گھر کے جھگڑوں، مسلسل ڈانٹ ڈپٹ یا نظراندازی کا شکار ہو اس کی بھوک، نیند اور عمومی صحت متاثر ہوتی ہے اور نشوونما سست پڑ سکتی ہے۔ محبت، توجہ اور تحفظ کا احساس بچے کے جسمانی نظام کو بہتر طور پر کام کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اسی طرح خاندان کی معاشی حالت خوراک، علاج اور ماحول تینوں کو متاثر کرتی ہے؛ غربت میں صحت کی سہولتوں تک رسائی محدود ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ مناسب آگاہی سے محدود وسائل میں بھی بچے کی خوراک اور صفائی کا اچھا بندوبست ممکن ہے۔ استاد اور والدین اگر ان عوامل کو سمجھ لیں تو بہت سی جسمانی کمزوریاں بروقت دور کی جا سکتی ہیں۔

اسکول کا کردار

اسکول کا کردار اس ضمن میں کثیر جہتی ہے۔ سب سے پہلے اسکول جسمانی جانچ کا اہتمام کرتا ہے؛ قد و وزن کی باقاعدہ پیمائش، نظر و سماعت کی جانچ اور صحت کارڈ سے کمزوریاں بروقت سامنے آتی ہیں اور والدین کو اطلاع دی جا سکتی ہے۔ دوسرے نمبر پر اسکول کھیل کود اور جسمانی تربیت کا باقاعدہ پروگرام دیتا ہے؛ پی ٹی پیریڈ، سالانہ کھیل اور انٹر کلاس مقابلے ہر بچے کو سرگرمی کا موقع دیتے ہیں۔ تیسرے نمبر پر اسکول صحت و صفائی کی تعلیم دیتا ہے؛ ہاتھ دھونا، دانت صاف کرنا اور صاف پانی پینا ایسی عادتیں ہیں جو بچہ اسکول سے سیکھ کر گھر لے جاتا ہے۔ چوتھے نمبر پر اسکول کا اپنا ماحول یعنی صاف پانی، صاف بیت الخلا، روشن و ہوادار جماعتیں اور صاف کینٹین بچوں کی صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ پانچویں یہ کہ استاد بیمار یا کمزور بچے کو پہچان کر اسے ڈاکٹر اور والدین سے جوڑنے میں مدد کرتا ہے۔

جدول :عوامل اور اسکول کی تدابیر

ذیل کے جدول میں اہم عوامل اور ان کے مقابل اسکول کی عملی تدابیر کا خلاصہ دیا گیا ہے۔

مزید وضاحت :استاد کی نظر اور عملی مشاہدہ

اسکول کے کردار کو سمجھنے کے لیے استاد کے روزمرہ مشاہدے کی اہمیت کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ استاد ہر بچے کو جماعت میں قریب سے دیکھتا ہے؛ جو بچہ بار بار سست پڑے، تختے کے قریب آ کر پڑھے یا کتاب بہت قریب

سے دیکھے اس کی نظر کی جانچ کروانا استاد کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح کھیل میں جلد تھک جانے یا بار بار بیمار پڑنے والے بچے کے والدین کو بروقت آگاہ کرنا بڑے نقصان سے بچا سکتا ہے۔ بعض اسکول مقامی صحت مرکز کے تعاون سے سالانہ میڈیکل کیمپ بھی لگاتے ہیں جو والدین کے لیے مفت جانچ کا ذریعہ بنتا ہے۔ یوں اسکول صرف تعلیم کا ادارہ نہیں بلکہ بچے کی صحت کا نگران بھی بن جاتا ہے۔ اس کردار کو مؤثر بنانے کے لیے اساتذہ کو بنیادی صحت آگاہی کی تربیت اور ہر بچے کا سادہ صحت ریکارڈ رکھنے کی عادت ہونی چاہیے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ بچے کی جسمانی نشوونما پر وراثت، خوراک، صحت، نیند، ماحول، کھیل اور نفسیاتی کیفیت اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر عوامل گھر سے جڑے ہیں، مگر اسکول جانچ، آگاہی، کھیل، صاف ماحول اور بروقت رہنمائی کے ذریعے بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ ایک استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف کمزور طالب علم کو پڑھائی میں ہی کمزور نہ سمجھے بلکہ اس کی خوراک، نیند اور صحت کی طرف بھی توجہ دے، کیونکہ اکثر تعلیمی کمزوری کی جڑ جسمانی کمزوری میں ہوتی ہے۔ والدین اور اسکول مل کر بچے کو متوازن غذا، کھیل اور آرام کا ماحول دیں تو نہ صرف اس کا جسم مضبوط ہو گا بلکہ اس کی تعلیمی کارکردگی بھی بہتر ہو گی۔

جدول :جسمانی نشوونما کے عوامل اور اسکول کا کردار

عامل	اثر	اسکول کی تدبیر
خوراک کی کمی	قد و وزن میں کمی، سستی	والدین کو آگاہی، صاف کینٹین
بیماری / نظر کی کمزوری	پڑھائی میں دشواری	باقاعدہ جسمانی و نظر کی جانچ
کھیل کی کمی	کمزور پٹھے، موٹاپا	پی ٹی پیریڈ اور کھیلوں کے مقابلے
نفسیاتی دباؤ	بھوک و نیند کی خرابی	شفقت، رہنمائی اور والدین سے رابطہ

سوال نمبر5

سوال نمبر 5: بچوں کی نفسیاتی ضروریات کو نظر انداز کرنے کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں؟ مثالوں کی مدد سے وضاحت کریں۔(20)

تعارف

بچہ صرف ایک جسم کا نام نہیں؛ اس کا ایک ذہن، جذبات اور احساسات بھی ہیں۔ جس طرح جسم کو خوراک، ہوا اور پانی چاہیے اسی طرح بچے کی نفسیات کو محبت، توجہ، تحفظ، قدر و منزلت اور کامیابی کا احساس چاہیے۔ انہیں بچوں کی نفسیاتی ضروریات کہا جاتا ہے۔ جب والدین اور اساتذہ ان ضروریات کو سمجھ کر پوری کرتے ہیں تو بچے کی شخصیت متوازن اور پر اعتماد بنتی ہے، لیکن جب یہ ضروریات مسلسل نظر انداز ہوں تو اس کے نتائج بچے کی سیکھنے کی صلاحیت، رویے اور پوری زندگی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس جواب میں پہلے اہم نفسیاتی ضروریات کا تعارف دیا جائے گا اور پھر مثالوں کے ساتھ ان کے نظر انداز ہونے کے نتائج بیان کیے جائیں گے۔

بچوں کی اہم نفسیاتی ضروریات

بچے کی سب سے پہلی نفسیاتی ضرورت محبت اور تعلق کی ہے؛ اسے محسوس ہونا چاہیے کہ والدین اور استاد اسے چاہتے ہیں اور وہ ان کے لیے اہم ہے۔ دوسری ضرورت تحفظ اور سلامتی کی ہے؛ بچہ ایسے ماحول میں سکون سے بڑھتا ہے جہاں اچانک خوف، مار پیٹ اور عدم استحکام نہ ہو۔ تیسری ضرورت توجہ اور قدر کی ہے؛ بچہ چاہتا ہے کہ اس کی بات سنی جائے، اس کے کام کی تعریف ہو اور اسے کمتر نہ سمجھا جائے۔ چوتھی ضرورت کامیابی اور اہلیت کے احساس کی ہے؛ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بچے میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہیں۔ پانچویں ضرورت آزادی اور خود اظہار کی ہے؛ بچہ اپنے خیالات، پسند اور تخلیقی صلاحیت ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ چھٹی ضرورت ساتھیوں میں قبولیت کی ہے؛ بچہ دوستوں اور جماعت میں عزت و مقام چاہتا ہے۔ یہ ضروریات عمر کے ساتھ بدلتی ہیں مگر ختم نہیں ہوتیں۔

نتیجہ اول :تعلیمی کارکردگی میں کمی

نفسیاتی ضروریات نظر انداز ہونے کا سب سے پہلا نتیجہ تعلیمی کارکردگی کی گراوٹ ہے۔ جو بچہ گھر میں مسلسل جھگڑے یا نظراندازی کا شکار ہو وہ جماعت میں پڑھائی پر توجہ مرکوز نہیں کر پاتا؛ اس کا ذہن بار بار اپنی پریشانی کی طرف جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بچہ جس کے والدین اس کا موازنہ ہر وقت بھائی سے کرتے ہیں، آہستہ آہستہ یہ مان لیتا ہے کہ وہ کبھی اچھا نہیں کر سکتا اور کوشش ہی چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ اس کی ذہانت میں کوئی کمی نہیں

ہوتی۔ اسی طرح جس بچے کی چھوٹی کامیابی پر کبھی تعریف نہ ہو وہ محنت کا جذبہ کھو بیٹھتا ہے۔ اساتذہ اکثر ایسے بچے کو سست یا نالائق سمجھ لیتے ہیں جبکہ اصل مسئلہ اس کی ادھوری نفسیاتی ضرورت ہوتی ہے۔ وقت پر توجہ نہ دی جائے تو بچہ جماعت میں پیچھے رہتا چلا جاتا ہے اور بعض اوقات اسکول ہی چھوڑ دیتا ہے۔

نتیجہ دوم :رویے کے مسائل

دوسرا نمایاں نتیجہ رویے کے مسائل کی صورت میں نکلتا ہے۔ توجہ نہ ملنے والا بچہ کبھی ضدی، کبھی جھوٹا اور کبھی شرارتی بن کر توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ بچے کے لیے منفی توجہ بھی بے توجہی سے بہتر ہوتی ہے۔ جس بچے کو گھر میں محبت نہ ملے وہ باہر غلط صحبت میں محبت تلاش کرتا ہے۔ محبت و تحفظ سے محروم بچوں میں چڑچڑاپن، غصہ، ساتھیوں سے جھگڑا اور بعض اوقات چوری یا توڑ پھوڑ جیسے رویے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر جماعت میں بار بار دوسرے بچوں کو مارنے والا بچہ بعض اوقات خود گھریلو سختی کا شکار ہوتا ہے اور اپنا غصہ کمزور پر نکالتا ہے۔ اگر استاد صرف سزا دے اور وجہ نہ سمجھے تو یہ رویہ مزید بگڑتا ہے۔ اس لیے رویے کے مسئلے کو ہمیشہ نفسیاتی ضرورت کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

نتیجہ سوم :خود اعتمادی اور شخصیت پر اثرات

تیسرا گہرا نتیجہ شخصیت کی بگاڑ ہے۔ مسلسل تنقید اور نظر اندازی سے بچے میں احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے؛ وہ خود کو ناکارہ سمجھنے لگتا ہے، نئے کام سے ڈرتا ہے اور لوگوں سے کترانے لگتا ہے۔ بعض بچے حد سے زیادہ خاموش اور ڈرے سہمے رہنے لگتے ہیں جبکہ بعض انتقاماً ضد اور سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر جس بچے کو ہر غلطی پر سرعام رسوا کیا جائے وہ جماعت میں سوال پوچھنا چھوڑ دیتا ہے اور بڑا ہو کر بھی مجلس میں رائے دینے سے گھبراتا ہے۔ ذہنی دباؤ، نیند کی خرابی، بھوک کا کم ہونا اور بے وجہ رونا بھی انہی محرومیوں کی علامات ہو سکتی ہیں۔ اگر یہ محرومی طویل ہو جائے تو نوجوانی میں مایوسی، بے راہ روی یا غلط راستوں کی طرف رجحان بڑھ سکتا ہے، جبکہ بروقت توجہ اور رہنمائی بچے کو ان خطرات سے بچا سکتی ہے۔

اسکول اور والدین کا کردار — تدارک

ان نتائج سے بچاؤ مشکل نہیں، صرف توجہ اور سمجھ کی ضرورت ہے۔ والدین روزانہ بچے سے اس کے دن کی بات سنیں، اس کے چھوٹے کام کی بھی تعریف کریں اور موازنہ اور سرعام رسوائی سے مکمل اجتناب کریں۔ استاد جماعت

میں ہر بچے کو بولنے اور آگے آنے کا موقع دے، غلطی کو سزا کے بجائے سیکھنے کا مرحلہ سمجھے اور خاموش یا اچانک بدل جانے والے بچے کی طرف خاص توجہ دے۔ اسکول والدین سے رابطہ رکھے تاکہ گھر کی کسی تبدیلی یا پریشانی کا اثر سمجھ کر بچے کی مدد کی جا سکے۔ شدید صورتوں میں بچے کو رہنمائی و مشاورت کی سہولت اور ضرورت پڑنے پر ماہرِ نفسیات کی طرف بھیجا جائے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ بچے کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ اہم ہے اور اس کی شخصیت کی قدر ہے؛ یہی احساس تمام نفسیاتی ضروریات کی جڑ ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ بچے کی نفسیاتی ضروریات — محبت، تحفظ، توجہ، قدر، کامیابی کا احساس اور قبولیت — اس کی شخصیت کی غذا ہیں۔ انہیں نظر انداز کرنے سے تعلیمی گراوٹ، رویے کے مسائل، احساسِ کمتری اور بعض صورتوں میں زندگی بھر کے نفسیاتی الجھاؤ پیدا ہو سکتے ہیں، جیسا کہ مثالوں سے واضح ہوا۔ اچھی خبر یہ ہے کہ یہ تمام نتائج قابلِ روک ہیں؛ تھوڑی سی توجہ، گفتگو اور حوصلہ افزائی بچے کی زندگی بدل سکتی ہے۔ والدین اور اساتذہ دونوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ بچے کو نمبر لینے والی مشین نہیں بلکہ ایک محسوس کرنے والا انسان سمجھنا ہی حقیقی تعلیم کی بنیاد ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com